ساختیات اور پسِ ساختیات کا مفہوم: ایک جائزہ

ہارون

Haroon

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Different terms of criticism are being used commonly to evaluate the worth of creative writings. These terms represent different theories,techniques and philosophies about criticism. Structuralism is a term of criticism and philosophy. Ferdinand Saussure reveals the reality that the meanig of the word may be different in different situations and cirumstances."Lange"and "Parole" are basic terms for comprehension of this term. This theory (term) revolutionized old theories of literary world and philosophical ideas. Post Structuralism is a theory to show the literary and philosophical weak points of Structuralism. In this research article an effort has been made to explain these terms in a simple way. Because these theories are playing an active and vital role to comprehend artistic, scholastic and creative writings of different authors. These theories are for expansion of validity,vision and scope of literature.

زبان کو ایک پراسرار اور بھید بھری سماجی فعالیت بھی کہا جاتا ہے۔ اہلِ دانش و بینش اور فلاسفہ نے ہمیشہ اس کی پوشیدہ سحر کاریوں کا ادراک ایک مشاق کی حیثیت سے کرنے پر زور دیا ہے۔ انھیں اہل فکر و فلسفہ میں سے ایک نمایاں نام سوئس ماہرِ لسانیات ''فرڈی ناں سوسیئر'' کا ہے۔ سوسیئر نے اس نظریے کی ترجمانی کی کہ کسی زبان کے الفاظ و تراکیب متکلم کے اظہار مدعا کی محض ترجمانی کا ذریعہ معلوم ہوتے ہیں، حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذریعے صرف ترسیل مطلب کی سرگرمی ہی روبہ عمل نہیں آتی بل کہ ہر زبان اپنے اندر ایک ایسے تشکیلی اور تقلیبی نظام کی حامل ہوتی ہے جو کسی بولنے والے کے مدعا و مطالب کو رمز و استعارہ کے لیے اپنے انسلاکاتی نظام سے ہم آہنگ کر کے پیش کرتی ہے۔ زبان فہمی کا سارا عمل بنیادی طور پر تشکیل زبان کے ایسے ہی تصورات سے عبارت ہے۔ کسی زبان میں در آنے والا ہر لفظ اپنی مخصوص لسانی ثقافت کا حامل ہوتا ہے مگر اظہار و بیان کے سلسلے میں اس کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کا نظام ''ساختیات'' کہلاتا ہے۔

ساختیات کا لفظ فارسی زبان کے لفظ ساخت سے ماخوذ ہے۔ساخت کا مصدر''ساختن'' ہے۔جس کے معنی ہیں: بنانا، گھڑنا، ایجاد کرنا، وضع کرنا اور ڈھانچا تشکیل دینا۔لفظ ساخت کے ساتھ عربی علامت ''ات'' لگا کر ''ساختیات'' کی اصطلاح اخذ کی گئی ہے۔عربی علامت ''ات'' کبھی لفظ کے ساتھ مل کر اسے ایک علم کی شاخ کے طور پر ظاہر کرتی ہے۔اس طرح ساختیات ایک علم کی شاخ ہے، جیسے: نفسی+ ات ۔۔۔نفسیات، اسلامی+ ات ۔۔۔اسلامیات، بشری+ ات ۔۔۔بشریات، حیاتی+ ات ۔۔۔حیاتیات، ارضی+ات ۔۔۔ارضیات وغیرہ۔

ساختیات لسانی فلسفہ کی ایک ادبی اصطلاح ہے۔اسے ایک فلسفیانہ اصول اور طریقۂ کار بھی کہا جا سکتا ہے۔کچھ فلاسفہ اسے فکری انتشار میں ارتباط پیدا کرنے والی ایک ذہنی تحریک قرار دیتے ہیں اور کچھ اسے ذہنِ انسانی کی کارکردگی کی بنیادی رمز قرار دیتے ہیں۔''ساختیات'' کے معنی ومفہوم کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ رقم طراز ہیں:

> ''ساختیات بنیادی طور پرادراکِ حقیقت کا اصول ہے،یعنی حقیقت یا کائنات ہمارے شعور کا حصہ کس طرح بنتی ہے،ہم اشیا کی حقیقت کو انگیز کس طرح کرتے ہیں،یا معنی خیزی کن بنیادوں پر ہے اور معنی خیزی کا عمل کیوں کر ممکن ہوتا ہے اور کیوں کر جاری رہتا ہے۔''(۱)

نقادوں اور ماہرین لسانیات کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ تمام تخلیقات اور ادب وغیرہ کے پس پشت رشتوں کا ایک نظام موجود ہوتا ہے اور اسی نظام کے فعال ہونے سے معنی کی ترسیل یا ابلاغ پیدا ہوتا ہے۔عناصر میں رشتوں کا یہ نظام نوعیت کے لحاظ سے تجریدی ہوتا ہے اور کبھی جداگانہ علامتی اظہار کی مانند ہوتا ہے۔یہ ارتباط وتضاد کی دوہری کارگزاری کا حامل ہوتا ہے اور اسی سے معنی کا فہم وادراک حاصل ہوتا ہے۔ثقافت کو نشانیات کی سعی وجستجو کا سب سے اہم میدان تصور کیا جاتا ہے۔ثقافت کے ہر مظہر میں تجریدی رشتوں کا ایک اہم نظام کارفرما ہوتا ہے جس کی بدولت معنی خیزی کا تفاعل ممکن ہوتا ہے۔زبان ثقافت کا بڑا مظہر ہے۔ثقافت کے تمام اجزا باہم مربوط ہونے کے ناتے معنی قائم کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔معنی خیزی اور ثقافت کے حوالے سے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ رقم طراز ہیں:

> ''غرض ثقافت یا زبان یا ادب کے کسی مظہر یا زمرے کی ساخت سے مراد اس مظہر یا زمرے کے عناصر کے مابین تحریری رشتوں کا وہ نظام ہے،جس کے ذریعے معنی قائم ہوتے ہیں اور معنی خیزی ممکن ہوتی ہے۔رشتوں کے اس نظام یا ساخت کی خصوصیتِ خاصہ یہ ہے کہ اس میں ہر لحظہ خود نظمی اور خود ارتباطی کا عمل جاری رہتا ہے۔اور ہر تغیّر وتبدّل یا اضافے کے بعد ساخت اپنی وضع کو پھر سے پالیتی ہے اور ہر لحظہ مکمل اور کارگر رہتی ہے۔ساخت تاریخ کے اندر ہے،لیکن چوں کہ ہر لحظہ مکمل اور کارگر ہے،اس لیے خود مختار بھی ہے۔''(۲)

کسی بھی تحریری تصور کی توضیح وتشریح آسان نہیں ہوتی۔اس کو سہل بنانے کے لیے ٹریفک سگنل کی مثال بھی پیش نظر رہنی چاہیے۔ٹریفک سگنل میں سرخ، سبز، اور زرد رنگ استعمال ہوتے ہیں۔یہاں سرخ کا مطلب رکنا، سبز کا مطلب چلنا اور زرد کا مطلب تیار ہونا لیا جاتا ہے۔حالاں کہ ان رنگوں کا دنیا کی مختلف ثقافتوں میں یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔یعنی ان کو یہ معنی اس نظام یا ساخت نے عطا کیے ہیں جس میں یہ رنگ یہاں موجود ہیں۔ان تینوں رنگوں میں رشتوں کا یہ نظم ہی ان کی تجریدی ساخت ہے۔اس طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رنگوں کے یہ معنی ساخت کا نتیجہ ہیں ورنہ کوئی رنگ فی نفسہٖ معنی نہیں رکھتا۔اس نظام میں کوئی

بھی نشان آزادانہ معنی نہیں رکھتا بل کہ وہ اس معنی کا اظہار کرتا ہے جو اسے اس معنیاتی نظام سے حاصل ہوا ہے۔ اس طرح نشان اور معنی کا رشتہ من مانا اور خودساختہ بھی ہے۔ جس طرح سرخ کا تعلق فطری طور پر کنے سے نہیں ہے، بالکل اسی طرح کا مسئلہ زبان کے جامع لسانی نظام اور اس کے اندر لفظوں کے معنی اور مفہوم کا ہے۔

درحقیقت ساختیات، علم الانسان میں افکار کی تحریک کا نام ہے۔ یہ تحریک یورپ میں بڑی تیزی سے پھیلی اور اس نے فلسفہ، تاریخ، عمرانیات اور ادبی تنقید کو متاثر کیا۔ اس پر مردانہ وزنانہ مسائل، رویّوں، اعمال اور عوامل کا نہ صرف غلبہ رہا بل کہ تاریخی لحاظ سے ان پر نظر ثانی بھی کی جاتی رہی۔ ساختیات کی وسعت کے حوالے سے یوں بھی کہا جا سکتا ہے:

> ''اس سے مراد صرف تحریر و تقریر کی زبان نہیں بل کہ زیادہ عمومی زبان ہے۔ جس میں نشانات اور ان کے مطالب بھی شامل ہیں۔ نظریۂ ساختیات میں ابلاغ کی تمام ''رسومیات'' (اصطلاح) اور ''ضابطوں'' (اصطلاح) پر غور کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اشارات کی تمام شکلیں جیسے دھواں، آگ، ٹریفک کے اشارات، دریائی گھوڑا، پرچم اور اشاراتی زبان وغیرہ۔ اس کے علاوہ بدن بولی، لباس، فن پارے، معیار کی علامتیں وغیرہ بھی اسی میں داخل ہیں۔ ساختیات کے نظریے کا تعلق ان تمام ذرائع سے ہوتا ہے جن کے ذریعے انسان ایک دوسرے سے کسی بھی طریقے سے معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ اس میں ریلوے کا نقشہ، نظام الاوقات سے انگوٹھے کے نشان تک اور تعلقات عامہ کے کتابچے سے سائرن کی آواز تک سب کچھ شامل ہے۔'' (۳)

ساختیات میں مرکزی عنصر ساخت ہے۔ یہ ایک ایسا طریق مطالعہ ہے جو ساخت چاہتا ہے یا ساخت کو مرتب کرتا ہے۔ اس کو ساخت کے عام فہم مطالب سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ساختیات میں ساخت کو ایک منفرد اور غیر عمومی مفہوم کا حامل سمجھا جاتا ہے، یعنی یہاں ساخت سے مراد تجریدی رشتوں کا کُل ہے۔ لہٰذا یہ ایک ذہنی اور تعقلاتی ماڈل ہے۔ یہ تعقلاتی ماڈل ریاضیاتی ساخت سے کچھ حد تک مماثلت رکھتا ہے۔

مارکسیت اور ساختیات میں بھی کچھ اقدار مشترک ہوتی ہیں، جیسے: علمیات کے معاملے میں انسانی موضوعات، تصوراتی نظام اور سوچنے کا عمل۔ یہ دونوں نظریات انسان کو بہ طورِ کُل دیکھتے ہیں۔ ماہرین حیاتیات کا مختلف جانوروں، حشرات، آبی حیات اور پرندوں کی خصوصیات کا مطالعہ بھی زبان کے نشانات اور ان کے مفاہیم سے تعلق رکھتا ہے۔ غیر انسانی مخلوقات میں بھی ابلاغ کا عمل مختلف پیچیدہ طریقوں سے ہوتا ہے۔ اس طرح تمام چیزیں ایک ظاہری مفہوم یا ضابطوں کے مجموعے پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان تمام ضابطوں کے عناصر کا باہمی تعلق، ان کو مطلب بخشتا ہے۔ یہ تمام ضابطے بے قاعدہ ہوتے ہیں لیکن ان کے بغیر حقیقی مفہوم تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

ساختیات نے اس یقین کو ماننے سے انکار کیا ہے کہ ادب پارہ دی گئی حقیقت کا عکّاس ہے۔ درحقیقت ادبی متن بہت زیادہ روایات کے تعاون سے متون مرتب کرتا ہے۔ ساختیات، درحقیقت لسانیات ہی کی ایک اصطلاح ہے۔ اس کا آغاز ''فرڈی ناں سوسئیر'' کے موثر اور قابل قدر کارنامے سے ہوا۔ انھوں نے اس قابل تحسین کارکردگی کا آغاز (de Course generale linguistique) کی اشاعت سے ۱۹۱۵ء میں کیا۔ اس تصنیف کو ایک صحیفے کی حیثیت سے بیسویں صدی کی

لسانیات میں ایک بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ادبی تنقید پر اس کے اثرات بہت گہرے ہیں۔سوسیئر کی مسلمہ حیثیت کے حوالے سے ڈاکٹر ناصر عباس نیّر رقم طراز ہیں:

> ''ساختیات کے ضمن میں سوئس ماہر لسانیات فرڈی ناں سوسیئر (De Ferdinand Saussure) کی خدمات کی نوعیت وہی ہے جو مارکسیت کے ضمن میں کارل مارکس کی، تحلیل نفسی کے باب میں سگمنڈ فرائیڈ کی اور حیاتیاتی نظریۂ ارتقا کے سلسلے میں چارلس ڈارون کی ہے۔سوسیئر (۱۸۵۷ء۔۱۹۱۳ء) کی کتاب A course in linguistic study کو ساختیات کا نقطۂ آغاز سمجھا جا سکتا ہے۔''(۴)

سوسیئر نے زبان کا مطالعہ،اجزا کے باہم مربوط نظام کے طور پر کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ معنی کو نظامیاتی کُل ہی سے برآمد کیا جا سکتا ہے۔اس نے زبان کے عقب میں موجود قوانین کو دریافت کرنے کے لیے جدوجہد کی۔اس کے خیال میں اگر زبان نے کام کرنا ہے تو ایک گہری ساخت کی موجودگی ضروری ہے۔اس پیچیدہ نظام میں موجود ساختیے انسانی فاعل سے زبان استعمال کرواتے ہیں۔اور یہ زبان خودمختار حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔فی الواقع دنیا ایسی آزادانہ اشیا کا مجموعہ نہیں کہ جن کی معلومات اور درجہ بندی کے لیے کوئی قطعی اصول وضوابط متعین ہیں۔گویا دنیا میں اشیا کے جو نام ہیں اور جن کی مدد سے ان اشیا کو پہچانا جاتا ہے،فی نفسہ کوئی قطعی (Absolute) حیثیت نہیں رکھتے۔اشیا کا وجود صرف اسی قدر ہوتا ہے جس قدر ان کا الگ تصور کیا جا سکے اور ان کو الگ پہچانا جا سکے اور یہ پہچان چند در جن عوامل پر منحصر ہوتی ہے اور ان کی حقیقت کی کلی معروضیت ممکن نہیں ہوتی۔یعنی حقیقت کا ادراک صرف اسی قدر ممکن ہے جس قدر حقیقت کی پہچان زبان کے ذریعے خلق کی جا سکتی ہے۔ادراکِ حقیقت جس رشتے سے عبارت ہے وہ جاننے والے کے ذہن اور حقیقت کے درمیان ہوتا ہے۔ساختیات کی رو سے حقیقت کے ادراک کا اصل الاصول یہی رشتہ ہے۔کوئی بھی چیز یا تجربہ فی نفسہ اپنی پہچان نہیں رکھتا بلکہ کسی بھی چیز یا تجربے کا ادراک رشتوں کے اس مجموعے کے توسط سے ہوتا ہے جس کا وہ خود ایک حصہ ہے۔اسی مجموعے (Set Relations) کو ساخت (Structure) کہا جاتا ہے۔

سوسیئر کے مطابق زبان کے نظام اور بولی جانے والی زبان (Utterances) میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔آپ کے اس انقلاب آفرین نظریے پر ہی جدید لسانیات کی بنیاد ہے اور ساختیات نے بھی اسی نظریے کی پیروی کی ہے۔ڈاکٹر اقبال آفاقی سوسیئر کے نظریات کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''سوشیور کے ہاں زبان نشانات کا ایک نظام ہے۔کوئی بھی نشان (Sign) دو اجزا پر مشتمل ہوتا ہے۔ایک کو سوشیور دال اور دوسرے کو مدلول قرار دیتا ہے۔دال سے مراد آواز یا پیپر پر نشان ہے اور مدلول سے مراد معنی یا ذہنی تعقل ہے۔ہر جز نسبتاً ٹھوس اور اضافی طور پر مستحکم اختلافات وافتراقات کے نظام کو محیط ہے۔مثلاً:لفظ ''کُتّے'' کی آواز کے اس لیے معنی یہ ہیں کہ یہ آواز ''کُتّے'' کی آواز سے مختلف ہے۔پھر رسم ورواج کے نتیجے میں کتّے کا انسان کے بہترین دوست ہونے کا امیج ذہن میں ابھرتا ہے۔''(۵)

سوسیئر نے دوسرا نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ لسانی نشان،اصلاً بلا جواز ہے۔کسی بھی مدلول کے لیے کوئی سا دال (آواز کا

روپ)استعمال کیا جاسکتا ہے،مثلاً:''کتاب'' کے لیے''کتاب''،''متاب'' کی آواز نکالی جائے جس کا اشارہ''کتاب کے خیال'' کی طرف ہو تو ایسا ہر لفظ اتنا ہی مفید ہو گا جتنا کہ''کتاب''۔بہ شرطیکہ معاشرہ اس لفظ کو قبولیت کا درجہ دے۔لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ لسانی نشان،فطرت کا عطیہ نہیں،معاشرے نے اپنے اجتماعی عمل سے اسے جنم دیا اور نافذ کیا ہے۔

سوسیئر نے زبان کے داخلی نظام اور زبان کے ایک مرکزی اور سائنسی اصول کو دریافت کیا۔اس طرح لسانی عناصر اور ثقافتی سرچشموں کی مدد سے لسانیات نے ایک فلسفے کی شکل اختیار کر لی۔اس مرکزی اصول کو لسانی ساخت کہا گیا۔سوسیئر نے اس ساخت کا اصطلاحی نام''لانگ'' رکھا اور پھر''لانگ'' کی وضاحت کرنے کے لیے ایک اور اصطلاح''پارول'' کا استعمال کیا۔ان دونوں اصطلاحوں کے متعلق ناصر عباس نیرّ رقم طراز ہیں:

> ''لانگ کسی بھی زبان کی تجریدی ساخت ہے،جو اس زبان کے بولنے والوں کے لاشعور میں مضمر اور کارفرما ہوتی ہے۔معروف لفظوں میں اسے زبان کے قواعد،ضابطے یعنی گرامر کہا جا سکتا ہے کہ یہ گرامری قوانین ہی کی طرح زبان کے ترسیلی نظام کو کنٹرول کرتی ہے۔جس طرح گرامر سے انحراف کرنے سے ابلاغ کے عمل میں رخنا پڑتا ہے،اسی طرح لانگ کی عدم موجودگی بھی ابلاغ کو محال بنا دیتی ہے۔مگر لانگ گرامر سے اس لیے آگے کی چیز ہے کہ یہ لسانی ضابطوں کے سرچشموں کی وضاحت کرتی ہے۔سوسیئر نے لانگ کی صراحت کے لیے ایک اور اصطلاح پارول(Parole)استعمال کی ہے۔پارول سے مراد گفتار ہے۔گفتار کا سارا تنوع اور اس کا ابلاغ لانگ کی وجہ سے ہے۔لانگ اگر تجریدی ساخت ہے تو پارول اس کا ٹھوس مظہر ہے۔لانگ لاشعور ہے تو پارول شعور ہے۔جس طرح لاشعور،شعور کے راستے سے ظاہر ہوتا ہے اور صرف اسی طریقے سے لاشعور کو سمجھا جا سکتا ہے،اسی طرح لانگ اپنا اظہار پارول کے ذریعے کرتی ہے اور لانگ کو پارول کے ذریعے ہی گرفت میں لیا جا سکتا ہے۔''(۶)

ساختیات،جدید لسانیات کی روشنی میں یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ حقیقت جسے دنیا کے نام سے پکارا جاتا ہے،ایسی آزادانہ اشیاء کا مجموعہ نہیں جن کو قطعی اصولوں کی روشنی میں جانا جا سکے اور پھر درجہ بندی کی جا سکے۔دنیا میں اشیا کے جو نام ہیں وہ فی نفسہٖ قطعی حیثیت نہیں رکھتے۔اشیا کا وجود اسی قدر سمجھا جاتا ہے جس قدر ان کو تحریر کیا جا سکے یا پہچانا جا سکے۔حقیقت کی کلی معروضیت ممکن نہیں ہوتی۔ساختیات کا کام کسی مخصوص ثقافتی تناظر میں کسی بھی ثقافتی مظہر کا ایسا تجزیہ کرنا ہے جس سے اس ادب پارے کی تہ دار ذیلی سطح کے پوشیدہ رازوں کو ظاہر کیا جا سکے۔

تنقیدی نقطۂ نگاہ سے ساختیات سے مراد،وہ تنقید ہے جس میں ادب کا مطالعہ اس انداز سے کیا جائے جس میں ساختیاتی تصورات کو اہمیت حاصل ہو یا ماہرین ساختیات کے پیش کردہ نظریاتی ماڈلز کو پیش نظر رکھا جائے۔ساختیاتی تنقید میں اصل اہمیت فن پارے یا تخلیق کار کی نہیں ہوتی بل کہ اس نظام کو تلاش کیا جاتا ہے،جس کی روشنی میں فن پارے کو تخلیق کیا گیا ہے اور ادب کو بہ طور ادب پڑھا جاتا ہے۔

پس ساختیات دو لفظوں سے مرکب ہے،یعنی''پس'' اور''ساختیات''۔پس ساختیات کے معنی ہیں:ساختیات کے

بعد۔ساختیات کے بعد وجود میں آنے والے نظریات اور مطالعے کے طریق کار کو پس ساختیات کہا جاتا ہے۔اسے انگریزی میں Post Structuralism یا Beyond Functionalism کہا جاتا ہے۔ساختیات کے بعد کا تنقیدی نظریہ پس ساختیات کہلاتا ہے۔ساختیات میں نئے نظریات کی شمولیت سے ایک نیا نظریہ پس ساختیات کے نام سے منظر عام پر آیا۔اس حوالے سے ناصر عباس نیرّ رقم طراز ہیں:

''پس ساختیات میں ساختیات کے بعد تاریخی لحاظ سے ابھرنے والے نظریات شامل کریں تو پھر ان میں نئی مارکسی تنقید، نئی تاریخیت، نئی نفسیاتی تنقید، نسوانی تنقید کو شامل کرنا ہوگا۔ کیوں کہ ان میں سے ہر ایک نے کم یا زیادہ سوسیئر کی لسانی تھیوری کی مبادیات کو بنیاد بنایا ہے۔تاہم پس ساختیاتی، مباحث میں ساخت شکنی (Deconstruction) کا چرچا سب سے زیادہ ہوا۔جس کا بانی فرانسیسی مفکر دریدا (Jacques Derrida) ہے۔''(۷)

پس ساختیات سے مراد وہ نظریات وخیالات لیے جاتے ہیں جو ساختیات کے اصولوں کو رد کرتے یا ان میں تغیر و تبدل کرتے ہیں۔یہ تحریک ۱۹۵۰ء سے ۱۹۷۰ء کے دوران میں فرانس میں زیادہ اثر پذیر رہی۔مابعد جدیدیت اس کے سخت اصولوں کے خلاف ردِ عمل تھا اور اسی کے توسط سے وہ معیاری تصورات قائم ہوئے جن میں سے ردتشکیلیت اور تانیثیت اہم ہیں۔ان تصورات کے باہمی ملاپ سے جو کچھ سامنے آیا وہ پس ساختیات کے نام سے موسوم ہے۔ان تمام افکار نے ساختیات کے اساسی مفروضات کو مسترد کر دیا۔ساختیات والے دعویٰ کرتے تھے کہ تمام عناصر کے پیچھے گہرے ساختیے ہوتے ہیں۔دنیا بہت سے نظاموں سے مل کر بنی ہے۔ہر نظام اپنی گرامر کا حامل ہوتا ہے۔ساختیات والے اس نقطۂ نظر کے بھی قائل تھے کہ تمام نظاموں کا مطالعہ ساختیاتی تجزیے سے کیا جا سکتا ہے۔وہ یہ بھی نظریہ رکھتے تھے کہ دنیا کو اس کے اندر موجود نظاموں اور ان کی گرامر کا تجزیہ کر کے سمجھا اور پرکھا جا سکتا ہے۔یوں ماہرین ساختیات کا نظریہ جبریت کا آئینہ دار ہے۔اس میں دخل اندازی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔کائنات کی اس منظّم اور شفاف تصویر کو ردتشکیل کے نظریہ سازوں نے نہ صرف رد کر دیا بل کہ متبادل وہ تصویر پیش کی جو بے نظمی اور نراجیت کی آئینہ دار ہے۔اور یہاں یکسانیت اور مماثلت کو ٹھکرا کر اختلاف اور افتراق کو ترجیح دی گئی۔اس نئے نظام میں بہت سے بھنور، تضادات اور دراڑیں پائی جاتی ہیں۔ساختیات والے تمام نظاموں کو سمجھنے اور ان کے حوالے سے پیش گوئی کرنے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن دریدا نے گہرے ساختیوں کے نظام کو رد کر دیا۔اس حوالے سے ڈاکٹر اقبال آفاقی رقم طراز ہیں:

''دریدا نے قبل متعین گہرے ساختیوں کی بجائے تکوین کو اہمیت دی۔ردتشکیل کے نقطۂ نظر سے ساختیات تحکم سے لبریز جبر کا نام ہے، جس میں پہلے سے طے ہو چکا ہے کہ کوئی نظام کس طرح کام کرے گا۔مابعد جدید مفکرین بھی ساختیات کے ماڈل میں جبریت کی نشان دہی کرتے ہیں اور ردتشکیل کے حامیوں کی طرح کے خیالات وجذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا اصرار ثقافتی عمل کے کھلے پن پر ہے۔وہ بھی تکوین (Becoming) کی معصومیت کا اقرار کرتے ہیں۔ایک دفعہ پھر استدلال کا سارا زور ان تھیوریوں سے اختلاف پر ہے جو کلیہ، قاعدوں کی پابندی پر انحصار کرتی ہیں۔کلیہ قاعدوں کے خلاف اظہارِ

ناپسندیدگی پس ساختیات کی مخصوص پہچان ہے۔''(۸)

پس ساختیات نے تشریحات اور توضیحات کے ایسے متبادل اور جدید طریقے متعارف کروائے جن سے ساختیات کے ''ادھورے'' نظریات کی تکمیل کی راہ ہموار ہوئی۔ پس ساختیات نے ساختیات کی موزونیت کو مشکوک قرار دیا اور ادب میں متن کے معانی جو اپنی فطرت میں غیر مستحکم ہوتے ہیں، کو منکشف کیا۔ ساختیات والوں نے متن کو مقتدرِ اعلیٰ تسلیم کر لیا تھا جبکہ پس ساختیات کے حامیوں کے مطابق موضوعِ انسانی بے مرکز ہے لہٰذا تخلیق کار یا مصنف کو مقتدرِ اعلیٰ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ پس ساختیات کی رو سے تخلیق کار کو متن کی تکمیل کے بعد متن سے لاتعلق سمجھا جائے گا۔ یہاں پر قارئین کی مرضی سے نئے نئے معنی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ متن کی تفہیم کا زیادہ انحصار متن کی قراءت اور قاری کی ذہنیت اور مزاج پر ہوتا ہے۔ یہاں الفاظ کے معانی متعین نہیں کیے جا سکتے۔ لغت کے مطابق جو معانی مقید کیے جاتے ہیں، وہ حتمی اور یقینی نہیں ہوتے۔

رولاں بارتھ، پس ساختیات کا پیش رو، زبان کو صاف شفاف میڈیم تسلیم نہیں کرتا۔ اس نے ادب میں نئی نئی بحثیں ابھاریں اور قدیم نظریات سے انحراف برتا۔ وہ اس نقطۂ نگاہ کا قائل تھا کہ ادب سے لطف اندوز ہونے کے لیے قاری کا حساس اور ذہین ہونا از حد ضروری ہے۔

ژاک لاکاں نے فرائیڈ کے نظریات کو نئی توجیہہ کے ساتھ پیش کیا۔ اس کے مطابق فرائیڈ کا لاشعور ساخت رکھتا ہے اور یہ ساخت افعال کو متاثر کرتی ہے اور ان افعال کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ مشل فوکو نے متعدد نظریات میں مارکسی مفکرین کا ساتھ دیا ہے۔ لیکن اس نے مارکسزم کو بہ طورِ سائنس قبول نہیں کیا۔ جولیا کرسٹیوا نے شعری زبان کا جو نظریہ پیش کیا وہ تحلیل نفسی پر مشتمل ہے۔ اس نے ان ذہنی رویوں کا سراغ لگانے کی کوشش کی جن کے باعث ہر وہ چیز معقول اور منظم سمجھی جاتی ہے جو غیر معقولیت اور انتشار کے خطرے سے دوچار رہتی ہے۔

ساختیاتی مفکرین نے متن پر قدرت حاصل کرنے اور اس کے رازوں کو گرفت میں لینے کی کوشش کی۔ لیکن پس ساختیاتی مفکرین نے دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ خواہش کسی طور پوری نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ بہت سی لسانی اور تاریخی حقیقتیں ایسی ہیں جن پر قابو پانا ممکن نہیں ہے۔ نشانیاتی نظام زبان کے علامتی نظام میں رکاوٹیں ڈالتا ہے۔ افتراق اور التوا، معنی نما اور معنی کے درمیان خلا پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ ساختیاتی مفکرین نے جواب دینے کے بجائے سوال اٹھانے کی حکمت عملی اپنائی۔ انھوں نے اس نکتے کی طرف توجہ مبذول کی کہ متن کیا کہتا ہے اور دعویٰ کیا کرتا ہے۔ اسی طرح پس ساختیات زبان کی وہ خصوصیات منظر عام پر لاتی ہے جو باہم عدم مطابقت رکھتی ہیں۔ یوں پس ساختیات کا جھکاؤ تخلیقیت اور تکثیرِ معنی کی طرف نظر آتا ہے۔ ادب کے علاوہ ثقافت کے دیگر شعبوں مثلاً: فلم، آرٹ اور موسیقی پر بھی اس کے واضح اثرات نظر آتے ہیں۔ تحریک نسوانیت کا زیادہ فکر و فلسفہ، ساختیات کے نظریات سے اخذ کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نارنگ، گوپی چند، ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص:۱۰

۲۔ ایضاً، ص:۴۱

۳۔ منور احمد، مترجم: جدید تنقیدی اصطلاحات، از جے۔ اے۔ کڈن، منڈی بہاؤالدین: حجاب کالج، ۲۰۱۷ء، ص:۱۱۰

۴۔ نیئر، ناصر عباس، جدید اور مابعد جدید تنقید، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۴ء، ص:۷۵

۵۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، مابعد جدیدیت، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۶ء، ص:۱۲۶

۶۔ نیرّ، ناصر عباس، جدید اور مابعد جدید تنقید، ص:۷۶

۷۔ ایضاً، ص:۲۱۱

۸۔ اقبال آفاقی، ڈاکٹر، مابعد جدیدیت، ص:۱۱۱

☆......☆......☆